قصیدہ بُردہ شریف

(حضرت کعبؓ بن زہیر و حضرت شرف الدین بوصیری)

جناب شاہ بلیغ الدین صاحب

گردِ تو گردد حریمِ کائنات از تو خواہم یک نگاہِ التفات
اے پناہِ من حریمِ کوئے تو من بامیدے رسیدم سوئے تو
چوں بُصیری از تو می خواہم کشود تا بہ من باز آید آں روزے کہ بود

ایک شخص مسجدِ نبوی میں داخل ہوا ۔ پشیماں پشیماں، ہراساں ہراساں ، اُس نے کبھی حضورِ اکرمؐ کو نہ دیکھا تھا ، لیکن مسجدِ نبوی کے جھرمٹ پر نظر پڑتے ہی اُس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی اور دل میں ستارے اُتر آئے ، آگے بڑھ کر اس نے ایک گلیم پوشِ تخت نواز کو سلام کیا ۔ سب کی نظریں نووارد کی طرف اُٹھ گئیں ۔ نووارد کو پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ جس ذاتِ اقدس کی تلاش میں وہ نکلا تھا وہ کون سی تھی ۔ دل خود گواہی دیتا تھا ۔ نظریں آپ بتاتی تھیں کہ روئے سخن کس کی طرف ہونا چاہیے ۔ پوچھا گیا کس لیے آئے ہو ؟

عرض کیا ــــ خدا پر ایمان لانے اور آپؐ کی شہادت دینے آیا ہوں ۔ میرے نصیب ! اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہو جائے ۔

اسے کلمہ طیّبہ کا وِرد کرایا گیا ۔ ایک ایک لفظ پر نورِ ایمان کے سوتے اس کے دل میں پھوٹتے رہے ۔ اِس منزل سے گزر کر نووارد نے عرض کیا ــــ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، میں وہ گنہگارِ ازلی ہوں جس پر آپؐ سخت ناخوش ہیں ۔

معلوم ہوا کہ نووارد کوئی اور نہیں، کعب بن زہیر ہے۔ چہرہ مبارک پہ نووارد کی پچھلی خطاؤں سے ایک تکلیف دہ اثر نمایاں ہوا۔ حضورؐ اکرم نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہوکر دریافت فرمایا — وہ کیا لغو اشعار تھے۔ جو کعب نے کہے تھے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کافر شاعر کی ہجو کا ایک شعر پڑھا۔ اس وقت کوئی صاحبِ ایمان کعب کا عالم دیکھتا ان کا جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی اور وہ اس میں سما جاتے۔

صدیق اکبرؓ نے شعر پڑھا ؎

سقاک ابوبکر بکاسٍ رویۃ
واتھلک المامور منھا وعلکا

شاعر نے عرض کیا — یا رسول اللہؐ! وہ شعر یوں نہیں، یوں ہے۔ ذہین شاعر نے فوراً مامور کا لفظ مامون سے بدل دیا۔ اب جو شعر سنایا گیا تو اس میں ذم کا پہلو نہیں مدح کا پہلو نکلتا تھا۔ یہ لفظی تبدیلی اظہارِ ندامت کی ایک صورت تھی ؎

تڑپ کے شانِ کریمی نے لے لیا بوسہ
کہا جو سر کو جھکا کر گناہ گار ہوں میں

دربارِ رحمت سے شاعر کی پچھلی گستاخیاں معاف ہوگئیں تو اب اس نے اجازت چاہی کہ ایک قصیدہ سنائے۔ یہ قصیدہ خاص اس موقع کے لیے کہا گیا تھا۔ اس کا مطلع تھا ؎

بانت سعاد فقلبی الیومَ متبولُ
مُتیّمٌ اثرھا لم یُفدَ مکبولُ

زرقانی کا خیال ہے کہ سعاد کعب کی چچا زاد بہن اور محبوبہ کا نام ہے۔ عہدِ جاہلیت کا اسلوب یہ تھا کہ قصیدے کا آغاز عورتوں کے نام سے کرتے تھے۔ مطلب ہے سعاد کیا گئی غمِ عشق نے گھلا کر رکھ دیا۔ غمِ جاناں سے رہائی کا کوئی فدیہ ہوتا ہی نہیں۔ (اس میں استعارۃً حضورؐ کی محبت کا اظہار بھی ہے۔ لہ۔ ص) اس کی تشبیب اگرچہ

اور مدح میں شاعر نے اپنا دل نکال کر رکھ دیا تھا۔ جب وہ اس شعر[1] پر آیا جس کا مطلب ہے، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشعلِ نور ہیں جس نے دنیا کو روشن کر دیا ہے اور اللہ کی کھنچی ہوئی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جو بے دینی کی جڑیں کاٹ دیتی ہے تو شاعر پر جذب و مستی کا ایک رنگ چڑھا ہوا تھا اور محفل بھی ایک کیف و کم سے سرشار تھی۔ خوشا نصیب کہ اس شاعر کی بخشش کا سامان ہو گیا۔ یہی شعر تھا کہ جس کی بدولت شاعر نے اللہ کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاعر کو اپنی چادر عطا کی۔ یہ ایک ایسا اعزاز و کرم تھا جس پر نسل در نسل تک شاعر اور اس کی اولاد فخر کرتی رہی اور آج بھی زبان و ادب نازاں ہیں۔ اس چادر مبارک کو حاصل کرنے کے لیے زمانۂ خلافت میں امیر معاویہؓ نے بڑی کوششیں کیں اور بالآخر حضرت کعبؓ کی اولاد سے چالیس ہزار درہم کا ہدیہ دے کر اس یادگار عطیے کو اپنے پاس لے آئے تو اُن کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ ہر عید کے موقع پر عبائے خلافت پر اُسے اوڑھ لینا باعثِ خیر و برکت سمجھتے تھے۔ ان کے بعد کے خلفاء نے بھی یہی کیا اور جب یہ چادر خلفائے بنی عباس نے حاصل کی تو ان کا بھی یہی معمول بن گیا۔

جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اس چادر کی اہمیت اور مسلمانوں کی عقیدت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ہوتے ہوتے یہ چادر ترکانِ آلِ عثمان تک پہنچی۔ اُس وقت اِس خاندان کو عالمِ اسلام کی خلافت کا منصب حاصل تھا۔ یہ چادر قسطنطنیہ میں خاص سلطان کی نگرانی میں رہتی۔ شاہی محل میں بڑے اہتمام سے ایک حجرہ اس کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ عطریات اور خوشبویات — عود و بخور کا اس جگہ خاص اہتمام رہتا۔ سوائے سلطان کے کوئی اور اُسے ہاتھ نہ لگا سکتا تھا۔ بہت خاص اور مقررہ اوقات میں زیارت کی غرض سے اس چادر کو باہر نکالا جاتا۔ اور یہ فریضہ ہمیشہ ترکی کے بادشاہ خود انجام دیا کرتے تھے۔

---

[1] ؎ إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ مَسْلُولُ

خاص خاص موقعوں پر اسے بطورِ شگونِ نیک کے بھی نکالا جاتا ۔ میدانِ جنگ میں بھی اسے لہرایا گیا تاکہ اس کی برکت سے مسلمانوں کو اللہ کی تائید اور نصرت حاصل ہو جائے ۔

اِس قصیدے کے شاعر کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ زُہیر کے فرزند تھے ۔ بعض مؤرخین نے زبیر بھی نام لکھا ہے ۔ زُہیر اپنے زمانے میں عرب کے مانے ہوئے شاعروں میں ایک سمجھا جاتا تھا ۔ اس کے دو بیٹے بُجیر اور کعب تھے ۔ جنھیں شاعری کا ذوق ورثہ میں ملا تھا ۔ انھوں نے اپنی شعلہ بیانی سے خاندان کا نام خوب روشن کیا ۔

اب زمانہ تھا جب کعب بھی اور مشرکین کی طرح اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے ۔ عرب کے نہ جانے کتنے بُت پرست قبیلوں میں بُت پرست کعب نے اپنے اشعار سے مسلمانوں کے خلاف دشمنی کی آگ بھڑکائی تھی ۔ اُحد اور خندق کے معرکوں سے پہلے انھوں نے بُت پرستوں کو خوب اُبھارا تھا ۔ فتحِ مکّہ کے موقعے پر بھی عرب کے جن چند نامور لوگوں کے دل میں دشمنی کی آگ بہت زیادہ دہک رہی تھی ان میں ایک کعب بھی تھے ۔ طائف کے محاصرے کے بعد ۹ ہجری کے کچھ بہت زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ بُجیر نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا ۔ اس زمانے میں بھی کعب اسلام دشمنی پر جمے ہوئے تھے ۔ حتیٰ کہ اپنے بھائی کے ایمان لے آنے پر انھوں نے سخت ہجو لکھی تھی ۔ اس میں بعض اشعار بڑے گستاخانہ تھے ۔ اِن اشعار میں حضور اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے خلاف یاوہ گوئی سے کام لیا گیا تھا ۔ اسی ہجو کا وہ شعر تھا ، جو حضرت ابوبکرؓ نے مسجدِ نبوی میں سُنایا تھا ۔ جہاں اور بڑے بڑے سرکش ، خدا کے حکم سے اس کے نبیؐ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے ، وہاں وقت آنے پر کعب کے دل کی کدورتیں بھی ختم ہو گئیں ۔ حضرت کعبؓ کی اس کے بعد کی زندگی عشقِ رسول میں ڈوبی ہوئی تھی ۔

حضرت کعبؓ کا یہ قصیدہ قصیدۂ بُردہ کہلایا ۔ بُردہ چادر کو کہتے ہیں ۔ حضور اکرمؐ کا عطیہ اس قصیدے کو ہمیشہ کے لیے یادگار بنا گیا ۔ آج بھی دُنیا بڑے ذوق اور عقیدت سے اس قصیدے کو پڑھتی ہے ۔

اِس قصیدے کے علاوہ کچھ اور قصیدے بھی ہیں جو قصائد بُردہ کہلاتے ہیں۔ ان میں ابوعبداللہ محمد بن سعد اور شرف الدین بوصیری کے قصیدے زیادہ مشہور ہیں۔ روایت ہے کہ شرف الدین نے جب اپنا قصیدہ لکھا تو وہ برص کے مرض میں مبتلا تھے اور ان کے سارے جسم پر دھبے پڑ گئے تھے۔ جس رات کمالِ عقیدت اور گدازِ دل سے آپ نے اپنے قصیدے کی تکمیل کی تو خواب میں زیارتِ حضور اکرم سے مشرف ہوتے۔ دیکھا دربارِ نبویؐ میں خود کو قصیدہ سُنانے کی عزت حاصل ہو رہی ہے اور پھر سرفرازی اس انتہا کو پہنچی کہ حضرت کعبؓ کی طرح جسمِ اطہر پر سے چادر مبارک اُتار کر شرف الدین کو بھی عطا فرمائی گئی۔ شرف الدین اُٹھے تو کچھ نہ پوچھیے کہ جذب و مستی کا کیا رنگ تھا۔ کہتے ہیں قدرت نے اُنھیں اِس خواب کے طفیل برص کے مرض سے شفا دی۔ علامہ بوصیری کے قصیدے کے دس حصے ہیں۔ پہلا حصہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تذکرے پر مشتمل ہے اور یوں شروع ہوتا ہے ؎

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرَا مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

کیا ذی سلم کے ہمسایے یاد آ رہے ہیں جو آنکھیں خون کے آنسو رو رہی ہیں۔

آخری حصہ مناجات پر مشتمل ہے۔

جانے کس گدازِ قلب کی یہ آوازیں تھیں کہ صبح و شام نے ہزاروں کروٹیں بدلیں، لیکن یہ آوازیں آج بھی باقی ہیں اور ہمیشہ زندہ و پائندہ رہیں گی۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ اُن کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)